ڈاکٹر محمد عامر اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، پاکستان

اقبال کی سوچ پر مغربی ادبیات کے اثرات: تحقیقی مطالعہ

Dr. Muhammad Iqbal was a knowledgeable, well-educated and accomplished scholar. Although his education was based on oriental environment, he never considered oriental literature enough as a food for thought, so he profoundly studied ancient and modern schools of thought. This article cites Iqbal's poems inspired by Western poets, but the philosophy of Iqbal as a message can easily be traced in his derived poems as well. Iqbal embellished the derived poems with his profound thoughts, beautiful lyrics and patriotism. Iqbal used to record the opinions of various Western scholars in his diary. The present study not only quotes examples from Iqbal's diary but also presents the point of view of different western thinkers. Iqbal acknowledged their point of view and sometimes opposed them as well. This is the beauty of Iqbal's philosophy. This study unveils the sources which influenced Iqbal's philosophy. Vastness of his knowledge and study is one of the significant features of this article.

کشف والہام کے علاوہ انسانی علم مسلسل کوشش وکاوش کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کے ضمیر میں اشیا کو مختلف انداز سے دیکھنے، سمجھنے، سوچنے اور ان کے بارے میں پرکھنے کی صلاحیت پوشیدہ ہوتی ہے۔اس معاملہ میں کتب کا مطالعہ بہت ہی موثر ثابت ہوتا ہے۔ایک عظیم مفکر اپنے پیش رو ارباب فکر ونظر کے اقوال و افکار کو اچھی طرح اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا ہے۔اس کے بعد ان کو موزوں ومناسب ربط اور ترتیب دے کر ان پر اپنی علمی بصیرت و ذہانت کی مہر ثبت کر دیتا ہے۔متقدمین سے ہوتی ہوئی علمی وراثت متاخرین تک پہنچتی ہے اور ہر کوئی اس ورثے سے اپنا اپنا حصہ وصول پاتا ہے جو مطالعہ کی صورت میں دوسروں کو منتقل ہوتا ہے۔اقبال جو کثیر المطالعہ مفکر تھے، انہوں نے بھی مطالعہ کے ذریعے سے اپنا حصہ وصول پایا۔اقبال نے بہت سے مغربی اور مشرقی ادبیات سے وابسطہ فلسفیوں کے نتائج کو صفحہ ذہن پر محفوظ کر لیا تھا۔آپ کے علمی اور فکری کارناموں میں ان کی جھلک نمائیاں طور پر دیکھی بھی جا سکتی ہے۔اقبال کی علمی بصیرت کے ارتقاء میں جو عوامل کارفرما تھے ان کی طرف اشارہ کرنے سے نظریات وافکارِ اقبال کی حدود کو وسعت ملتی ہے۔جس سے مطالعہ کرنے والے کی نگاہِ ادراک آسانی سے ان روحانی عوامل اور فلاسفر تک پہنچ سکتی ہے جو اقبال کے نظریات کی تخلیق میں معاون ثابت ہوئے اور اثر انداز بھی۔اقبال اپنی پیدائش، افتادِ طبیعت

اور تربیت کے لحاظ سے مکمل طور پر مشرقی تھے۔ان کی گھریلو تربیت،سکول اور کالج کی تعلیم مشرقی ماحول پر مبنی تھی۔لیکن انہوں نے صرف مشرقی فکر و فلسفہ کے مطالعہ پر اکتفا نہ کیا بلکہ آپ نے مغرب کے قدیم و جدید فکر و خیال کا مطالعہ بھی گہرائی سے کیا۔مغربی فلسفہ کی نمائیاں شخصیات کے بارے میں ان کا علم جامعیت و تکمیل کی حد تک وسیع تھا۔مشرق کی طرح مغرب نے بھی اقبال کے فکر و نظر کو متاثر کیا۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''مغرب کے مطالعہ اور مغربی شعراء و حکماء سے اثر قبول کرنے کے نشانات اقبال کے یہاں ابتدا ہی سے ملتے ہیں''۱

اقبال کے یہاں مغرب کے بے شمار مصلحین،مفکرین اور شعرا و علما کا ذکر ملتا ہے۔اقبال نے سب کو داد دی ہے اور جس سے جو کچھ اخذ کیا ہے اس کا کھلم کھلا اعتراف بھی دکھائی دیتا ہے اور ساتھ ہی جہاں ضرورت محسوس کی ہے وہاں تنقید اور اختلافِ رائے سے بھی کام لیا ہے۔البتہ یہ بات ضرور ہے کہ انہوں نے عام طور پر جن مفکرین یا تفکر پسند شعرا کا اثر قبول کیا ہے،ان میں بھی زیادہ اثر ان حکماء و شعرا کا ہے جن کے خیالات یا افکار کے بعض اجزا اقبال کے افکار سے خاص مطابقت رکھتے ہیں۔یہ بات بہر حال مصدقہ ہے کہ اقبال نے مغربی فکر و فلسفہ کا،مغربی حکماء اور مغربی ادباء کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور ابتدا ہی سے اس کے اثرات نمائیاں طور پر نظر بھی آتے ہیں۔''بانگِ درا'' میں متعدد ایسی نظمیں ہیں جو مغربی شعرا سے ماخوذ ہیں یا ان سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہیں۔مگر یہ بات ذہن میں رہے کہ اس میں اقبال نے بہت عمدہ پیغامات دیے ہیں جو بچوں کے لیے بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔نظم ''ایک مکڑا اور مکھی'' کو ہی لیجیے۔یہ نظم ماخوذ ہے۔اس کے شاعر MARRY HOWITT (1799-18888) ہیں۔نظم کا انگریزی نام THE SPIDER AND THE FLY ہے اور اقبال نے اس میں بہت خوبصورت پیغام دیا ہے کہ لوگ چکنی چپڑی باتوں سے دوسروں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور شکار کرتے ہیں اس لیے ہمیں دوسروں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔اقبال شاعرانہ رنگ اختیار کرتے ہوئے یہ پیغام اس طرح دیتے ہیں:

؎ سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندہ۲

اقبال کی ایک نظم ''ایک پہاڑ اور گلہری'' ہے۔اس کے ساتھ ماخوذ از ایمرسن لکھا ہے۔یہ نظم امریکی شاعر R.W.EMERSON (1803-1882) کی انگریزی نظم THE MOUNTAIN AND THE SQUIRREL سے ماخوذ ہے۔اس میں بھی اقبال نے پیغام دیتے ہوئے کہا ہے کہ:

؎ نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں

کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں ۳

قدرت نے کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ ہر چیز کی تخلیق میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے عقلِ سلیم طلب کرنی چاہیے۔ انگریزی نظم میں نہ تو اتنی وسعت ہے اور نہ ہی تفصیلی گفتگو۔ اقبال نے اپنے فکر و فن کی بدولت اس نظم میں دلکشی پیدا کی ہے اور پیغام دیا ہے۔ اقبال کی نظم کے حوالے سے ڈاکٹر گیان چند نے لکھا ہے کہ:

''انگریزی نظم مختصر ہے۔ پہاڑ تو محض دو لفظ کہتا ہے۔ اردو میں پہاڑ کی زبان سے طولانی لاف گزاف اقبال کی اپج ہے۔ انگریزی میں گلہری کا قول بھی مختصر ہے۔ انگریزی نظم کے آخر میں نہ پہاڑ شرماتا ہے نہ کوئی اخلاقی نتیجہ نکالا جاتا ہے'' ۴

اقبال کی نظم ''ایک گائے اور بکری'' بھی اپنے اندر دلچسپ پہلو پوشیدہ رکھتی ہے۔ انگریزی نظم مختصر ہے مگر فکرِ اقبال نے اس میں جو اضافہ کیا ہے وہ اقبال کے تخیل کی وسعت کا مظہر ہے۔ غلامی کسی قید سے کم نہیں اور سب ہی اس میں گھبراتے ہیں اس نظم میں یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اچھی بات کوئی بھی کر سکتا ہے اس لیے کسی کی بات رد نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر ایک کی بات غور سے سننی چاہیے۔ بکری چھوٹی ہی سہی مگر اس نے گائے کے ساتھ جو گفتگو کی ہے وہ سبق آموز ہے۔

یہ نظم THE COW AND THE ASS سے ماخوذ ہے JANE TAYLOR (1783-1824) نے یہ نظم لکھی جو TWINKLE TWINKLE LITTLE STAR لکھ کر شہرت حاصل کر چکی تھیں۔ اقبال نے گدھے کی بجائے بکری کا کردار استعمال کیا ہے اور نظم میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ اس نظم کا ایک متروک شعر ہے۔

اپنا غصہ کبھی نکالوں گی
دُم کے چابک سے مار ڈالوں گی ۵

یہاں اقبال نے لفظ ''چابک'' مونث باندھا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''چابک مذکّر ہے لیکن اقبال نے اس نظم میں، نیز اگلی نظم میں، مونث باندھا ہے 'کی' کی جگہ 'کے' چاہیے'' ۶

اقبال کا یہ متروک شعر ہے اور پھر جہاں تک تذکیر و تانیث کا تعلق ہے تو ناقدین کو اور کچھ نہ ملا یہی اعتراض شروع کر دیے۔ یہ اعتراض اور جگہوں پر بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ مگر ایسا تضاد اور بھی شعرا کرام کے یہاں دیکھنے کو ملتا ہے اور کئی دیگر ماہرین کے یہاں بھی ایسے اعتراضات نظر سے گزرتے ہیں جو اقبال دشمنی کا شاخسانہ ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی جیسے ماہرین اردو ادب نے اس کا بہت خوبصورت جواب کچھ اس طرح دیا ہے کہ:

''اغلاط کس کے کلام میں نہیں ہیں، میر انیس، میر درد، ناسخ، مومن، داغ، ان سب کے یہاں مذکر،

مونث، محاورہ، تلفظ اور معنی کی غلطیاں ملتی ہیں'' ۷

کلامِ اقبال کی ترتیب اور تدوین میں گیان چند نے مغز تو مارا ہے مگر یہ ان کا میدان نہیں تھا۔ مستقبل کا دانشور تمام دریافتوں کو رد بھی کر سکتا ہے اور نئی تحقیق سے نئے نتائج بھی سامنے پیش کر سکتا ہے۔ گیان چند کی زندگی میں ہی ان کے مفروضے غلط ثابت ہوئے اور انہوں نے اس کا موثر جواب بھی نہ دیا۔ دراصل تحقیق ان کا میدان ہی نہ تھا۔ پروفیسر عبدالحق اس حوالہ سے رقم طراز ہیں:

''رنگِ سخن کی پہچان کے لیے ادبی ذوقِ لطیف چاہیے جو محققوں کے پاس عام طور پر نہیں ہوتا اور جین صاحب کے پاس تو یہ متاعِ عزیز مفقود ہے'' ۸

اندیشۂ عجم بھی کیا چیز ہے زیبِ داستاں کے لیے ذرا سی بات کو کس طرح بڑھا دیتا ہے۔ اقبال پر بلاضرورت اور بے مقصد اعتراضات سے بھی فکرِ اقبال اور اقبالیات کا دامن گدلا نہ کیا جا سکا۔

اقبال کی نظم ''بچے کی دعا'' MATILDA BETHAM کی نظم A CHILD'S HYMN سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح نظم ''ہمدردی'' ماں کا خواب، پرندے کی فریاد، پیامِ صبح، عشق اور موت اور رخصت اے بزمِ جہاں، وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جنہیں خود اقبال نے کہیں شاعر کا نام لے کر اور کہیں بغیر نام کے ماخوذ بتایا ہے۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اقبال نے ان شعرا سے متاثر ہو کر ان نظموں کو اپنی سوچ کا مرکز بنایا اور اسی محور کے گرد اپنی ان نظموں کا تانا بانا تیار کیا۔ مغربی ادبیات کے مطالعہ نے کلامِ اقبال کو رعنائی عطا کی ہے۔ بانگِ درا کی پہلی نظم ''ہمالہ'' پر نگاہ ڈالیں تو منظر کشی اور حب الوطنی کا بے نظیر اور بے مثال شاہکار نظر آئے گا۔ ورڈس ورتھ کا عکس اس نظم کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ انگریزی خیالات، فارسی بندشوں اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار نظم اقبال کے افکار، نظریات اور خیالات کا مرقع ہے۔ مولانا غلام رسول مہر نے اپنی شرح میں اس نظم کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''اس میں انگریزی خیالات تھے اور فارسی بندشیں۔ اس پر خوبی یہ کہ وطن پرستی کی چاشنی موجود تھی۔ مذاقِ زمانہ کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہوئی۔ شیخ صاحب مرحوم (شیخ عبدالقادر) نے اپریل 1901ء میں 'مخزن' نکالا تو اس کی پہلی اشاعت میں یہ نظم چھاپی اور لکھا کہ انگریزی خیالات کو شاعری کا لباس پہنا کر ملک الشعرائے انگلستان ورڈس ورتھ کے رنگ میں یہ نظم کہی گئی ہے'' ۹

کلامِ اقبال میں اقبال کی ندرتِ تخلیق اور ترجمہ کا فکر انگیز پہلو پوشیدہ ہے جو ان نظموں کے مطالعہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اقبال کی شاعری کے ابتدائی زمانہ میں پیغام کی ترسیل اور اس کے اظہار کے لیے یہ اسلوب سامنے آتا ہے جو متاثر بھی کرتا ہے۔ اقبال کی شاعری کا یہ دور خوبصورت یادوں اور صورتوں سے لبریز ہے۔ کئی جگہوں پر ابتدائی اشعار بجھے

ہوئے دل کی کیفیت سے شروع ہوتے ہیں اور بیداری کا پیغام دے کر ختم ہوتے ہیں۔اقبال نے ترجمے کو تخلیق کا ہم دوش بنایا۔ان کی شاعری مغربی ادب کے فیضان سے مستفیض ضرور ہے مگر اس کے باوجود احوال اور مقام میں مشرقی آہنگ پایا جاتا ہے۔نظموں کا ترجمہ تو اور بھی لوگ کر چکے ہیں مگر اقبال نے ترجمہ میں اپنے مقاصد کے حصول کو مدِ نظر رکھا ہے اور یہ بات انہیں دوسروں سے منفرد بنا دیتی ہے۔

پروفیسر عبدالحق اس حوالہ سے لکھتے ہیں:

''اقبال کو اس اعتبار سے بھی ایک سبقت حاصل ہے کہ انہوں نے گیارہ نظموں کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ترجمہ نگاری میں انہیں ایک دوسرا امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے لفظ سے گریز کر کے نفسِ مضمون کو اپنے تخیلات میں ڈھال کر نئی تخلیق کی شکل دی ہے۔ان پر ترجمہ کا گمان بھی نہیں ہوتا''۱۰

ماخوذ ہونے کے باوجود اقبال نے حیرت انگیز طور پر موسیقیت ،تسلسل اور ضرورت کے مطابق دعائیہ لہجے کا استعمال کیا ہے۔لفظ اور معنی کا دل نشیں امتزاج علم و ادب کے قارئین کے لیے حیرتوں میں اضافے کا باعث بن جاتا ہے۔''ایک آرزو'' بھی ماخوذ ہے اور فطرت کے عناصر کی منظر کشی جس حسن اور زیبائی سے اس شاہکار نظم میں کی گئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے بلکہ ایسی منظر کشی دوسری نظموں میں نایاب ہے۔اس نظم میں کی گئی پُر فریب منظر کشی اقبال کی فطرت پرستی کو پُر فشاں بنا دیتی ہے۔

اقبال نے ورڈس ورتھ کی کسی نظم کا باقاعدہ ترجمہ نہیں کیا مگر ان کی ایک مشہور نظم'' SOLITARY REAPER'' ہے۔بالِ جبریل میں اقبال کی نظم ''مسجدِ قرطبہ'' ہے جو فکر و فن کی رفعتوں تک پہنچی ہوئی ہے۔آخری بند میں موجود اس شعر سے ورڈس ورتھ کی نظم ذہن میں آجاتی ہے۔

؎ سادہ و پُر سوز ہے دُخترِ دہقاں کا گیت
کشتیِ دل کے لیے سَیل ہے عہدِ شباب۱۱

اقبال نے مفکرین کے افکار کا مطالعہ کرنے کے بعد انہیں جس خوبصورتی سے الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کیا ہے وہ اقبال کے فکر و فن اور مطالعہ کے عمدہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔آپ نے نظم ''عشق اور موت'' میں جس خوبصورتی اور دل سوزی کا اظہار کیا ہے اس نے نظم کے ماخوذ ہونے کی صفت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔TENNYSON کی نظم ''LOVE AND DEATH'' سے ماخوذ نظم ''عشق اور موت'' کا ایک بند دیکھیے:

مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی
وہ آتش ہے مَیں سامنے اس کے پارا

شرر بن کے رہتی ہے انساں کے دل میں
وہ ہے نورِ مطلق کی آنکھوں کا تارا۱۲

اقبال نے اس نظم کو رعنائی عطا کی۔عشق اور موت کے فلسفے کو مضبوط مفاہیم عطا کیے اور عشق کی برتری ثابت کی۔موت زندگی کی چنگاری کو بجھا دیتی ہے۔اس کی نگاہ میں فنا کا جادو پوشیدہ ہے۔یہ جس پر بھی پڑ جائے اس کی ہستی بھی مٹا دیتی ہے۔اس کا اشارہ سب کے لیے فنا کا پیغام لے کر آتا ہے۔مگر موت کہتی ہے کہ اس دنیا میں ایک ہستی ایسی بھی ہے جس میں آگ کی صفت پوشیدہ ہے۔موت اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی بالکل اس طرح کہ جیسے پارا آگ کے سامنے قائم نہیں رہ سکتا۔موت نے اس ہستی کے قیام کی جگہ بھی بتائی ہے کہ وہ انسان کے دل میں رہتی ہے۔اقبال نے عشق کا فلسفہ بیان کیا ہے اور عشق کو نورِ مطلق کی آنکھ کا تارا قرار دیا ہے۔الفاظ و تراکیب کے حسن نے موت اور عشق کو خوبصورت پیکر بنا دیا ہے۔پیکر تراشی کی یہ صورت اقبال کو دیگر مفکرین سے ممتاز بنا دیتی ہے۔اقبال نے مغربی مفکرین کا مطالعہ تو ضرور کیا مگر یہ بات ان کے کثرتِ مطالعہ کی صفت میں شمار ہوتی ہے۔اقبال نے اُن مفکرین کے مطالعہ کے بعد اپنا ہی فکری نظام مرتب کیا اور اپنی شاعری کو اپنے افکار و نظریات کی توسیع و تبلیغ کے لیے استعمال کیا۔

اقبال نے 1910ء میں ایک ڈائری لکھنا شروع کی۔یہ ڈائری بھی فکری اور فلسفیانہ افکار کا خزانہ ہے۔اس میں بھی اقبال نے مفکرین کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ملٹن کے بارے میں اقبال نے لکھا کہ:

''ملٹن کی خالص مذہبیت ہمارے عہد کے ذہن کو متاثر بھی کر سکتی ہے۔بہت کم لوگ اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔والٹیئر کا یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ملٹن کی مقبولیت بڑھتی جائے گی کیونکہ کوئی بھی شخص اسے نہیں پڑھتا۔ملٹن میں بہر حال ایک بات ہے۔کوئی دوسرا شاعر اپنی تخلیق کے کام میں اتنا سنجیدہ نہیں ملتا۔ملٹن کا اسلوب، جو جھوٹے خداؤں سے منسوب ایک عظیم الشان تعمیر ہے۔وقت کے مفلوج ہاتھوں سے ہمیشہ محفوظ رہے گا''۱۳

ملٹن انگریزی زبان کا عظیم ترین شاعر تھا۔9 دسمبر 1608ء کو لندن میں پیدا ہوا اور 8 نومبر 1678ء کو وفات پائی۔اسلام اور عیسائیت کے موضوعات پر لکھا۔اقبال اور ملٹن کے خیالات میں کہیں کہیں مماثلت بھی ملتی ہے۔خاص طور پر ابلیس ان کے نزدیک شر کی علامت ہی نہیں بلکہ حرکت، عمل اور جدوجہد کی علامت بھی ہے۔سید مظفر حسین برنی نے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی جلد اول میں ماخذ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''اسلام اور عیسائیت کے مسئلہ خیر و شر میں ابلیس کا ایک خاص مقام ہے ابلیس نے جنت میں آدم کو راہِ راست سے بھٹکا دیا تھا۔اس سلسلے میں اقبال اور ملٹن دونوں ابلیس سے خاص ہمدردی رکھتے

ہیں۔دونوں کا خیال ہے کہ انسان کے زوال کی داستان میں ابلیس محض ایک علامتِ شر ہی نہیں' علامتِ حرکت جہد وعمل کے طور پر نظر آتا ہے''۱۴

اقبال نے میتھیو آرنلڈ کے افکار واقوال کو بھی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔میتھیو آرنلڈ کے حوالے سے اقبال نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ:

''میتھیو آرنلڈ شاعری کو تنقیدِ زندگی بتاتا ہے۔زندگی کو تنقیدِ شاعری کہنا بھی اتنا ہی درست ہے''۱۵

پروفیسر میتھیو آرنلڈ 1864ء میں پیدا ہوئے اور 1930ء میں وفات پائی۔اقبال کو بحیثیت شاگرد اور رفیقِ کار چھ سال تک پروفیسر آرنلڈ کی محبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔اقبال کے نزدیک آرنلڈ کے صحیح مقام کا اندازہ ان کی اس نظم سے ہوتا ہے جو انہوں نے پروفیسر آرنلڈ کی رخصت کے وقت ''نالۂ فراق'' کے عنوان سے لکھی تھی۔اقبال نے ان کے لیے کہا تھا کہ:

؎ اب کہاں وہ شوقِ رہ پیمائیِ صحرائے علم
تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم۱۶

مولانا شبلی نعمانی نے بھی پروفیسر آرنلڈ سے استفادہ کیا اور مزید یہ کہ اقبال کو شاعری ترک نہ کرنے اور اسے قوم و ملک کے لیے مفید ہونے کا مشورہ بھی پروفیسر آرنلڈ ہی نے دیا تھا۔ بہت سے ماخذوں کی روشنی میں سید مظفر حسین برنی لکھتے ہیں:

''جب اقبال نے شعر کہنے کو کارِ بیکار کہہ کر ترک کر دینے کا ارادہ کیا تو یہ پروفیسر آرنلڈ ہی تھے جنہوں نے اقبال کو مشورہ دیا کہ ان کی شاعری ملک وقوم کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی''۱۷

اقبال نے مفکرین کے افکار کا مطالعہ گہری نگاہ سے کیا یہی وجہ ہے کہ فکرِ اقبال میں سوچ اور تفکر کی گہرائی پائی جاتی ہے۔اقبال نے اپنی ڈائری میں بہت سے مفکرین کے افکار ونظریات محفوظ کیے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے،یہی وجہ ہے کہ بیاضِ اقبال فکر وفلسفہ کا خزانہ ہے۔اقبال نے اس بیاض میں جرمن مفکر فریڈرک ہیگل کے متعلق لکھا ہے کہ:

''ہیگل کا نظامِ فکر نثر میں رزمیہ شاعری ہے''۱۸

ہیگل (جارج ولیم فریڈرک) نے 27 اگست 1770ء کو سٹوٹ گارٹ میں جنم لیا اور 14 نومبر 1831ء کو ان کا انتقال ہوا۔سید مظفر حسین برنی نے مستند ماخذ کی روشنی میں لکھا ہے کہ:

''ہیگل کا بنیادی نظامِ فکر ارتقاء بالضّد (اقدار کی کشمکش سے ارتقاء کا وجود ہے) ہے۔اس کو جدلیاتی

DIALECTICS نظامِ فکر بھی کہا جاتا ہے۔اُن کے فلسفۂ اضداد سے انیسویں صدی کے بیشتر حکماء متاثر ہوئے اور یہ ہی فلسفہ مارکس MARX کے فکر کی بنیاد بنا۔اقبال نے بھی ارتقاباالضّد کا اصول ہیگل کے فلسفے سے اخذ کیا'' ۱۹

اقبال نے اس فلسفے کو ارتقائے خودی میں معاون بتایا ہے لیکن اقبال اس سے ایسے متاثر نہ ہوئے کہ بلا سوچے سمجھے اس کی ہر چیز اور ہر بات کی تائید ہی کر دیں بلکہ فرمان فتح پوری کے بقول:

''اس سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اس کے خیالی فلسفے کو طنز کا نشانہ بھی بنایا'' ۲۰

اقبال نے ہیگل کے طلسم کو بھی خیالی قرار دیا اور اس کے صدف کو گہر سے خالی کہا۔ان باتوں کو شاعرانہ انداز میں کچھ اس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ:

؎ ہیگل کا صدف گہر سے خالی
ہے اس کا طلسم سب خیالی ۲۱

اقبال نے فارسی کلام میں بھی ہیگل کے فلسفہ کو موضوع بنایا ہے۔پیامِ مشرق میں ہیگل کے بارے میں لکھتے ہیں:

حکمتش معقول و با محسوس در خلوت نرفت
گرچہ بکرفکرِ او پیرایہ پوشد چوں عروس
طائرِ عقلِ فلک پروازِ او دانی کہ چیست؟
ماکیاں کز زورِ مستی خایہ گیرد بے خروس ۲۲

ہیگل کا فلسفہ تو معقول تھا مگر اقبال کے خیال کے مطابق اسے محسوس کے ساتھ خلوت نصیب نہیں ہوئی۔اقبال نے ہیگل کے افکار کی قدر کی ہے اور اس کی تعریف بھی کی ہی۔اقبال کے نزدیک ہیگل کے نادر افکار دلہن کا سا لباس پہنے ہوئے ہیں۔آسمانوں میں پرواز کرنے والی اس کی عقل کا پرندہ جانتے ہو کیا ہے؟ ایک ایسی مرغی جو زورِ مستی میں بغیر مرغ کے انڈا دیتی ہے۔

اقبال نے اور بھی بہت سے مفکرین کے افکار کو اپنے فکر و فلسفہ کی زینت بنایا ہے۔مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اقبال کے افکار بھی مستعار ہیں۔اقبال کو اگر کوئی بات پسند آئی ہے تو اس کی تعریف کی ہے اور جہاں اختلاف تھا اس کا بھی کھلم کھلا اظہار کیا ہے اور لوگوں کو معتبر مقام بھی دیا ہے۔مشہور جرمن فلسفی کانٹ کو فکرِ انسانی کے حوالے سے اقبال نے کہا:

''جو جرمن قوم کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ نہیں کرتا، وہ کانٹ کی منطقی قطعیت کی اہمیت کو پورے طور پر نہیں

سمجھ نہیں سکتا۔ کانٹ کے تصورِ فرض کی شدت اس میں اپنی مکمل وضاحت رکھتی ہے'' ۲۳

جرمن کا عظیم فلسفی کانٹ امینول 22 اپریل 1724ء کو پیدا ہوا اور 1804ء میں وفات پائی۔ اس کا مشہور مقولہ ہے کہ:

''میں نے عمل کی تجدید اس لیے کی ہے تا کہ ایمان کے لیے جگہ نکل سکے'' ۲۴

اقبال نے پیامِ مشرق میں کانٹ کے فلسفہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''فطرتش ذوقِ مے آئینہ فامے آورد از شبستانِ ازل کوکبِ جامے آورد ۲۵

اس کی فطرت آئنہ رنگ شراب کا ذوق لائی اور ازل کے شبستان سے جام کا ستارہ لائی۔ ذوقِ مئے آئنہ فام کنایہ ہے جذبۂ حق یا جذبۂ خدا پرستی سے۔ اور کوکبِ جام کنایہ ہے ضمیر کی آواز حاشیہ اخلاقی سے۔ اقبال نے کانٹ امینول کو جرمنی کے باشندوں کے لیے سب سے بڑا عطیہ کہا ہے جو خدا نے انہیں عطا کیا ہے۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں اقبال نے کانٹ کے بارے میں کہا ہے کہ:

''اس کی تنقید عقل محض سے عقلِ انسانی کی حدود واضح ہوگئیں تو حامیانِ عقلیت کا وہ ساختہ پرداختہ طومار جو انہوں نے مذہب کے حق میں تیار کر رکھا تھا، ایک مجموعہ باطل ہو کر رہ گیا۔ لہٰذا ٹھیک کہا گیا ہے کہ کانٹ ہی کی ذات وہ سب سے بڑا عطیہ ہے جو خدا نے جرمنی کو عطا کیا'' ۲۶

انسان جن افراد سے متاثر ہوتا ہے ان سے کچھ سیکھتا بھی ہے۔ اس بات کا اعتراف کرنا بھی ذہنی پختگی اور ادبی سچائی کا مظہر ہے۔ اقبال نے بھی انتہائی ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی دلی کیفیات کا کھلم کھلا اظہار کیا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی ڈائری میں ورڈزورتھ، گوئٹے اور ہیگل کے فلسفہ سے متاثر ہونے اور ان سے کچھ سیکھنے یا حاصل کرنے کی خبر دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ہیگل، گوئٹے، مرزا غالب، مرزا عبدالقادر بیدل اور ورڈس ورتھ سے بہت کچھ لیا ہے۔ اول الذکر دونوں شاعروں نے اشیاء کے 'اندروں' تک پہنچنے میں میری رہبری کی۔ تیسرے اور چوتھے شاعر نے مجھے یہ سکھایا کہ شاعری کے غیر ملکی تصورات کو جذب کرنے کے بعد بھی جذبہ و اظہار میں کیسے مشرقیت کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ مواخر الذکر نے میری طالبِ علمی کے زمانے میں مجھے دہریت سے بچایا'' ۲۷

اقبال کے افکار میں افلاطون کا ذکر بھی کئی جگہ دیکھنے اور پڑھنے کو ملتا ہے۔ کہیں کہیں تو افلاطون پر تنقید کا زاویہ بالکل جدا دکھائی دیتا ہے۔ اقبال نے افلاطون کے افکار اور فلسفہ کے منفی رنگ اور اثر پر شدید تنقید کی ہے۔

فرمان فتح پوری کہتے ہیں:

''افلاطون کا اثر اقبال پر منفی انداز میں ہوا ہے اور اسرارِ خودی میں انہوں نے اس پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے اسے راہبِ دیرینہ اور گوسفندِ قدیم کا لقب دیا ہے'' ۲۸

اقبال نے دیکھا کہ صوفیا افلاطون کے افکار پر قربان ہیں تو اُسے بہت افسوس ہوا۔اقبال کے نزدیک افلاطون کے افکار حیات بخش نہ تھے بلکہ ایسے جام کی مانند تھے جس سے نیند آجاتی ہو گویا انسان غفلت کا شکار ہو جاتا تھا۔

اقبال کے نزدیک افلاطون تارکِ دنیا تھا اور اس کے افکار بھی ترکِ دنیا کی تعلیم عام کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔اقبال کے نزدیک افلاطون بھیڑوں کے پرانے ریوڑ میں سے تھا۔افلاطون کی فکر نے نقصان کو نفع کہا۔اقبال اس کے بارے میں کہتے ہیں:

؎ گوسفندے در لباسِ آدم است
کمِ او بر جانِ صوفی محکم است ۲۹

افلاطون کے شاگرد ارسطو کے بارے میں اقبال اپنے دل میں احترام کے جذبات رکھتے تھے۔ارسطو کے افکار نے اقبال کو متاثر کیا تھا اس لیے ارسطو کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ:

''میرے لیے ارسطو کی سب سے زیادہ عزت ہے۔اس لیے نہیں کہ میں (بیسویں صدی میں رہ کر) اپنی قوم کی پرانی نسلوں کے مقابلے میں اسے زیادہ بہتر طور پر جانتا ہوں بلکہ اس لیے بھی کہ اس نے ہمارے (مسلمانوں کے) افکار کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔۔۔اپنے استاد افلاطون کے نظریات پر اس نے جو تنقید کی ہے۔اس کی صداقت پر مجھے انکار نہیں۔لیکن میں اس جذبہ کو ناپسند کرتا ہوں جس کے زیرِ اثر وہ ان کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے'' ۳۰

اقبال نے اپنے مطالعہ کے دوران بہت سے مفکرین سے استفادہ کیا۔تنقید،تبصرہ اور توسیع کی صورت میں ان مفکرین کے افکار کو زیرِ بحث بھی لائے ہیں۔اس بنا پر فکرِ اقبال کو وسعت،کشادگی اور توانائی میسر آئی اور فکرِ اقبال کا فلسفیانہ،تفکرانہ،مدبرانہ اور ماہرانہ پہلو بھی کھل کر سامنے آیا۔اقبال جب کسی مفکر کے افکار سے متاثر ہوئے تو اس کی تعریف بھی خوب کی ہے۔شیکسپیئر کے بارے میں اقبال نے کہا کہ:

؎ حفظِ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
رازداں پھر نہ کرے گی کوئی ایسا پیدا ۳۱

اقبال گوئٹے کی مشرقیت پسندی کے بھی معترف نظر آتے ہیں۔اسی بنا پر وہ اقبال کو دل و جان سے عزیز تھے۔

دیکھا جائے تو اقبال اپنے پیر مرشد مولانا جلال الدین رومی کے بعد اگر کسی سے والہانہ محبت کرتے تھے تو وہ حکیم المانوی گوئٹے ہی تھے۔ جرمن شاعر اور دانشور گوئٹے 28 اگست 1749ء کو فرینکفرٹ میں پیدا ہوئے اور 22 مارچ 1832ء کو ویمر میں وفات پائی۔ اس کا اشارہ اقبال کے اس شعر میں موجود ہے جو اقبال کی نظم

''مرزا غالبؔ'' میں موجود ہے۔

؎ آہ تو اجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے
گلشنِ ویمر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے ۳۲

گوئٹے پر اسلام خصوصاً فارسی شاعری کا گہرا اثر تھا۔ جس کا مظہر اس کی لازوال نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس میں مغرب اور مشرق کے فکری امتزاج کی ایک غیر معمولی کوشش ملتی ہے۔ اقبال نے اس کے جواب میں '' پیامِ مشرق'' لکھی۔ گوئٹے کی نظم ''نغمۂ محمدؐ'' جو اس نے اپنی جوانی کے زمانے میں لکھی تھی، رسولِ اکرم ﷺ کی ذات سے محبت اور عقیدت کا ایک ایسا نمونہ پیش کرتی ہے جس کی نظیر اردو، فارسی اور عربی کے نعتیہ کلام میں بھی مشکل سے ملے گی۔ اقبال نے اس نظم کا فارسی زبان میں آزاد ترجمہ کیا ہے جو'' جوئے آب'' کے عنوان سے پیامِ مشرق میں شامل ہے۔ اقبال کی تصانیف میں گوئٹے کا ذکر کئی جگہوں پر آتا ہے۔ گوئٹے کی تعریف کرتے ہوئے اقبال نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ:

''ہماری روح کو اس وقت اپنا عرفان حاصل ہوتا ہے جب ہم کسی مفکر سے روشناس ہوتے ہیں، جب تک میں گوئٹے کے تصورات کی لامتناہیت سے بے خبر تھا، اس وقت تک میں اپنی کم مائیگی پر مطلع نہ تھا'' ۳۳

گوئٹے کی تصنیف ''فاؤسٹ'' کے متعلق اقبال لکھتے ہیں کہ:

''یہ وہ کتابیں نہیں ہیں جو گیلیلی کے ماہی گیروں سے منسوب ہیں بلکہ یہ گوئٹے کی 'فاؤسٹ' ہے جو جرمن قوم کے روحانی تصورات کا انکشاف کرتی ہے، اور باشندگانِ ملک جرمنی اس سے پوری طرح آگاہ ہیں'' ۳۴

گوئٹے کے ڈرامے فاؤسٹ کی کہانی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اقبال نے لکھا کہ:

''گوئٹے نے ایک عام افسانہ کو منتخب کیا اور اس کو انیسویں صدی کے پورے تجربے ہی سے نہیں بلکہ نسلِ انسانی کے تمام تر تجربے سے معمور کر دیا۔ ایک عام افسانہ کا انسان کے اساسی تصور کے منظّم اظہار میں ڈھل جانا الہامی ہنرمندی سے کم نہیں۔ یہ اتنی ہی خوبصورت ہے جیسے کہ بے ہیئت منتشر مادّے سے ایک حسین کائنات کی تخلیق'' ۳۵

اس مضمون کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مغرب اور یورپ کے مفکرین کا مطالعہ اقبال کے عقل و دانش میں اضافہ کا باعث بنا اور ساتھ ہی یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ عرفان و آگہی کے حصول میں مشرق کے اہلِ نظر نے اقبال کو نور و حضور بخشا ہے۔ اقبال کا برملا اقرار فکرِ اقبال کی تفہیم و تفسیر و تعبیر کے لیے بہت معاون ثابت ہوتا

ہے۔جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہے کہ اقبال نے دیگر زبانوں کے شہ پاروں کا بغور مطالعہ کیا اور دیانت داری سے ان کی تعریف کرتے نظر آتے ہیں۔آپ ہر طرح کی حدود و قیود سے بے نیاز تھے۔آپ نے ہر فنکار کے لیے دیدۂ بینا اور ندرتِ فکر کو ملزوم قرار دیا۔یہ اقبال کا فیضانِ نظر تھا اور اُن کے فن کی کرامت بھی کہ اقبال نے بہت سے شعرا اور مصنفین کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔اقبال نے فن پاروں کا مطالعہ نہایت سنجیدگی اور ایمانداری سے کیا ہے۔اقبال کا یہ فیضان ہے کہ انہوں نے بہت سے مشرقی مفکرین کا ذکر مغربی مفکرین کے ساتھ کیا ہے جس سے اُن مشرقی ماہرین کی فہم و فراست کو بین الاقوامی سطح پر جانچنے کا دروازہ کھلا اور تحقیق و تنقید میں موضوعات و مضامین اور تصانیف کے لیے نئے پہلو سامنے آئے۔اقبال کی کثرتِ مطالعہ کی بہترین عادت ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری،اقبال سب کے لیے (کراچی۔اردو اکیڈمی سندھ) بار اول 1978ء،صفحہ 292

۲۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،بانگِ درا،ایک مکڑا اور مکھی (لاہور۔اقبال اکادمی پاکستان) اشاعت ششم 2004ء،صفحہ 60

۳۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،بانگِ درا،ایک پہاڑ اور گلہری،صفحہ 62

۴۔ اقبال،ابتدائی کلامِ اقبال،مرتبہ،ڈاکٹر گیان چند (حیدرآباد۔اردو ریسرچ سنٹر) سالِ اشاعت 1988ء، صفحہ 127

۵۔ اقبال،کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال،مرتبہ،ڈاکٹر صابر کلوروی (لاہور۔اقبال اکادمی پاکستان) طبع اول 2004ء،صفحہ 181

۶۔ اقبال،ابتدائی کلامِ اقبال،مرتبہ،ڈاکٹر گیان چند،صفحہ 130

۷۔ شمس الرحمٰن فاروقی،خورشید کا سامانِ سفر (کراچی۔اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس) پہلی اشاعت 2007ء صفحہ 101

۸۔ عبدالحق،پروفیسر،اقبال۔شاعرِ رنگیں نوا (نئی دہلی۔اصیلا پریس دریا گنج) مئی 2009ء صفحہ 176

۹۔ اقبال،مطالبِ کلامِ اقبال اردو،مترجم،مولانا غلام رسول مہر،بانگِ درا (لاہو۔غلام علی اینڈ سنز) س ن،صفحہ 11

۱۰۔ عبدالحق،اقبال کا حرفِ شیریں (نئی دہلی۔اصیلا پریس دریا گنج) اگست 2014ء صفحہ 59

۱۱۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،بالِ جبریل،صفحہ 427

۱۲۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،بانگِ درا،صفحہ 90

۱۳۔ اقبال،بکھرے خیالات ،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق (نئی دہلی۔اصیلا پریس دریا گنج) 2015ء صفحہ 82

۱۴۔ اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال ،جلد اول،مرتبہ،سید مظفر حسین برنی (دہلی۔اردو اکادمی) اشاعت پنجم 1999ء صفحہ 1074

۱۵۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 65

۱۶۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،بانگِ درا،نالۂ فراق،صفحہ 105

۱۷۔ اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال،جلد اول،مرتبہ،سید مظفر حسین برنی،صفحہ 810

۱۸۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 51

۱۹۔ اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال،جلد اول،مرتبہ،سید مظفر حسین برنی،صفحہ 1123

۲۰۔ فرمان فتح پوری،اقبال سب کے لیے،صفحہ 293

۲۱۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،ضربِ کلیم،صفحہ 530

۲۲۔ اقبال، کلیاتِ اقبال فارسی،پیامِ مشرق (لاہور۔شیخ غلام علی اینڈ سنز) س ن صفحہ 375

۲۳۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 93

۲۴۔ اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال ،جلد چہارم،مرتبہ،سید مظفر حسین برنی (دہلی۔اردو اکادمی) طبع اول 1998ء صفحہ 825

۲۵۔ اقبال، کلیاتِ اقبال فارسی، پیامِ مشرق،صفحہ 381

۲۶۔ اقبال،تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ ،مترجم،سید نذیر نیازی (لاہور۔بزمِ اقبال 2 کلب روڈ) اشاعت پنجم 2000ء صفحہ 41

۲۷۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 73

۲۸۔ فرمان فتح پوری،اقبال سب کے لیے،صفحہ 294

۲۹۔ اقبال،کلیاتِ اقبال فارسی،اسرارِ خودی،صفحہ 33

۳۰۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 67

۳۱۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،بانگِ درا،شیسپیئر ،صفحہ 264

۳۲۔ اقبال،کلیات اقبال اردو،بانگِ درا،مرزا غالب،صفحہ 56

۳۳۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 47

۳۴۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 79

۳۵۔ اقبال،بکھرے خیالات،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،صفحہ 82